جماعت اہلِ حدیث تحریک سے تنظیم تک

یہ حقیقت آج ہمارے نوجوانوں میں
کس قدر نمایاں ہے!

حافظ ابن قتیبہ دینوری رحمہ اللہ (۲۷۶ھ) نے اپنے زمانے کے متعلق فرمایا تھا:

الناس أسراب طير يتبع بعضها بعضا ، ولو ظهر لهم من يدعي النبوة مع معرفتهم بأن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - خاتم الأنبياء أو من يدعي الربوبية لوجد على ذلك أتباعا وأشياعا.

لوگ پرندوں کے غول کی مانند ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے اڑنا شروع کر دیتے ہیں، اگر کوئی نبوت اور خدائی کا مدعی بھی آجائے تو اسے بھی کچھ نہ کچھ رفیق اور ساتھی مل جائیں گے۔

(تأويل مختلف الحديث: ٦٢)

یہ حقیقت آج ہمارے نوجوانوں میں کس قدر نمایاں ہے؟"!

(شیخ الحدیث مولانا اسماعیل سلفی گوجرانوالہ رحمہ اللہ،
نگارشات: ۱/۳۸۱)

از

فضیلۃ الشیخ محمد مقیم فیضی رحمہ اللہ

صوبائی جمعیت اہلِ حدیث ممبئی

اداریہ

جماعت اہل حدیث تحریک سے تنظیم تک

محمد مقیم فیضی

''توحید وشرک کے بیان میں :

پہلا باب توحید وشرک کے بیان میں اول سننا چاہیے کہ شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب، لیکن اکثر لوگ شرک وتوحید کے معنی نہیں سمجھے اور ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں، اوّل معنی شرک وتوحید کے سمجھنا چاہیے تا برائی اور بھلائی ان کی قرآن وحدیث سے معلوم ہو سننا چاہیے کہ اکثر لوگ پیروں کو، اور پیغمبروں کو اور اماموں کو اور شہیدوں کو، اور فرشتوں کو، اور پریوں کو، مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں، اور ان کی منتیں مانتے ہیں، اور حاجت برآئی کے لیے ان کی نذر ونیاز کرتے ہیں، اور بلا کے ٹلنے کے لیے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں، کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش، کوئی پیر بخش، کوئی مدار بخش، کوئی سالار بخش، کوئی غلام محی الدین، کوئی غلام معین الدین، اور ان کے جینے کے لیے کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بدھی پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے، کوئی کسی کے نام کے جانور کرتا ہے، کوئی مشکل کے وقت دوہائی دیتا ہے، کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے، غرضکہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں سو وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان انبیاء اور اولیاء، سے اور اماموں اور شہیدوں سے، اور فرشتوں اور پریوں سے کر گذرتے ہیں، اور دعویٰ مسلمانی کا کیے جاتے ہیں، سبحان اللہ یہ منھ اور یہ دعویٰ سچ فرمایا اللہ صاحب نے سورۂ یوسف میں : (وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ)

''اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں''۔''

(تقوية الايمان مولانا محمد اسماعيل دهلوى رحمه الله)

حکومت تو تقریباً جا ہی چکی تھی، ایسا لگتا تھا کہ مسلمانی کا بھی چل چلاؤ ہے، مشرکانہ عقائد کا وہی حال تھا جو مذکورہ بالا سطور میں بیان ہوا، ہندوانہ رسم ورواج کی جڑیں مسلمانوں میں گہری ہو چلی تھیں، آباء واجداد کی اندھی تقلید ہی دین کی اساس تھی اور اخلاقی انحطاط وزوال بھی اپنی آخری حدوں پر تھا، کبوتر بازیوں، بٹیر بازیوں اور عشق بازیوں میں اہل ثروت کی اکثریت غرق تھی، مشاعروں قوالیوں اور مجروں کا دور دورہ تھا، خودساختہ عبادتکدوں میں نشہ خوری اور مے نوشی ایک مقدس کاروبار بن چکی تھی، عرسوں، میلوں ٹھیلوں، چھٹیوں اور تیجوں میں قوم کی دلچسپی کا بڑا سامان تھا۔ علماء کرام اپنے حجروں اور مسندوں تک محدود تھے، وقت گزاری اور صلاحیتوں کے اظہار کے لئے ان کے پاس بڑے مشغلے تھے، امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کا بازار ٹھنڈا تھا، اگر کچھ

جذبے تھے تو وہ سینوں میں گھٹے ہوئے تھے اور قہر درویش برجان درویش کے مصداق تھے۔

پھر اللہ کی توفیق سے اچانک شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔اوران کی اولا دواحفاد کی درسگاہوں میں تحریک آزادی فکر کی ایک لہر اٹھی، موجودہ صورت حال کے متعلق مخصوص دلوں میں بے چینی کا احساس پیدا ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے اسی خانوادے سے ایک ایسی شخصیت کو کھڑا کر دیا جس نے حجروں اور تکیوں کے درد کو سڑکوں تک پہنچا دیا اور اپنے خون پسینے سے ایک روشن تاریخ لکھی، جو جذبے خواص اور اخص الخواص تک محدود تھے وہ عوامی ذہنوں میں ہلچل مچانے لگے، زیاں کاریوں کا احساس ایک تحریک بننے لگا، اور رفتہ رفتہ سرفروشوں کی ایک جماعت وجود میں آگئی جس نے امت کو جھنجھوڑنے، جگانے اور خود فراموشی کی کیفیت سے نکالنے کا بیڑا اٹھالیا اور اسے سود وزیاں کا حساب سمجھانے لگی۔ یہ ڈگر کانٹوں بھری تھی، اس جماعت کے خلاف تکیوں اور گدیوں کے تیور بدلنے لگے، سیاسی ایوانوں نے بھی انہیں شعلہ بارنگاہوں سے دیکھا، یہ بیگانہ آواز تھی مگر اس کی شوکت اور گھن گرج نے قیادتوں اور سیادتوں کو بری طور چونکا دیا تھا، پھر ہر طرف سے محاذ کھل گیا، چومکھی حملے ہونے لگے۔

مگر اس جماعت کا ہر فرد اپنی دھن کا پکا اور لگن کا سچا تھا، ان کی نگاہوں میں بلندی اور مقاصد میں رفعت تھی اور مقاصد کے لئے قربانیوں کا جذبہ بے پناہ تھا، وہ اپنے خلاف آوازیں بلند کرنے والوں کے بھی خیر خواہ تھے، اس لئے گالیاں کھا کے بے مزہ ہوتے تھے نہ سازشیں انہیں بے لطف کرتی تھیں، وہ شدید اور خطرناک بیماروں کی مسیحائی کرنے چلے تھے اس لئے انہیں پیش آئند حالات کا اندازہ تھا اور انہیں اپنے گرانقدر اعمال کی بڑی اجرت کی توقع ایک ایسے دربار سے تھی جو صبر ضرور آزماتا ہے، امتحان سے ضرور گزارتا ہے، مگر اس کی نوازشیں بے پایاں ہیں اور اس کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو کسی فرد یا جماعت سے کوئی کام لینا ہوتا ہے تو وہ سارے اسباب مہیا کر دیتا ہے جو اس کام کی تکمیل کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

جن لوگوں نے اس وقت اصلاح امت کا بیڑا اٹھایا تھا، امت کی بیماریوں کا علاج اور اس کے درد کا مداوا کرنے چلے تھے وہ منتخب روزگار اور یگانہ عصر لوگ تھے، اللہ نے انہیں بے پناہ ذہنی وجسمانی قوتوں سے نوازا تھا، جہاں وہ اخلاص وللٰہیت کے جذبے سے سرشار تھے وہیں ان کا علمی پایہ اپنے ہمعصروں میں بہت بلند تھا، وہ قوت تقریر وتحریر میں بیمثال تھے، ان کی مناظرانہ صلاحیتیں بے پایاں تھیں، جسمانی جدوجہد اور جانفشانیوں میں وہ بینظیر تھے اپنی شان استغنا اور امانت ودیانت سے وہ مخالفین کو حیران وششدر کر دیا کرتے تھے۔ان کی قوت حافظہ اور ان کا استحضار علمی بیمثال تھا۔

سالار قافلہ مولانا اسماعیل دہلوی ہی کو لے لیجیے کہ وہ کس قدر جامع کمالات تھے، ایک طرف ان کی سپاہیانہ خوبیاں تھیں، سیاسی سوجھ بوجھ تھی، معرکے سر کر لینے کی صلاحیتیں تھیں تو دوسری جانب اپنے اہل زمانہ سے ممتاز کر دینے والی ان کی علمی صلاحیتیں تھیں، داعیانہ کردار تھا، ان کی تقریریں دل ودماغ میں ہلچل مچا دیا کرتی تھیں، ان کی تحریریں لوگوں پر جادو کا اثر رکھتی تھیں، ایک ان کی تقویۃ الایمان سے نہ جانے کتنے ہزاروں اور کتنے لاکھوں کی اصلاح ہوئی ہوگی جو اپنی سادگی کے باوجود اپنی ایک ادبی شان بھی رکھتی تھی۔مولانا فضل حق خیرابادی کے ساتھ امکان وامتناع نظیر پر ان کا مناظرہ ایک یادگار حیثیت رکھتا ہے جس میں

مولانا اسماعیل دہلوی رحمہ اللہ نے انہیں لاجواب کر کے اپنے گھر رخصت کر دیا تھا۔ پھر جب انھوں نے یہ دیکھا کہ مسلمانوں کے لئے پنجاب میں اذان دینا، نماز ادا کرنا اور شعائر اسلام کی پابندی کرنا مشکل ہو گیا ہے اور سکھوں نے ان کا ناطقہ بند کر رکھا ہے اور انگریزوں کی سیاسی قوت ملک میں مستحکم ہوتی چلی گئی ہے اور ان کے ظلم و جبر کا بازار خوب گرم ہونے لگا ہے تو انھوں نے اپنے بزرگ مرشد اور رفقاء کے ساتھ اپنی توجہ کی باگ افغان سرحدوں کی طرف موڑ دی اور جدوجہد اور سرفروشی کے ایک بھرپور تسلسل کے بعد آپ نے اپنی جان اپنے عظیم مقاصد پر قربان کر دی۔ فجزاه الله عن الاسلام خيرا۔

ان کے بعد بھی ان کے تربیت یافتہ شاگردوں اور ان کی جماعت نے ان کے کارناموں کو خوب آگے بڑھایا انھوں نے مسجدوں سے جیل خانوں اور جنگ آزادی کے میدانوں تک ایک جانفزا ہنگامہ بپا کئے رکھا۔ اور لمبے عرصے تک اپنے لہو سے تاریخ رقم کرتے رہے تھے۔

اس کے بعد علامہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی اور شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے میدانی کام کا بیڑا اٹھایا، بالخصوص موخر الذکر اور ان کے تلامذہ کے ذریعہ ملک ہندوستان میں توحید کی حقیقت خوب نکھاری گئی، اتباع سنت کا مفہوم کھل کر لوگوں کے سامنے آیا، تقلید جامد اور شخصیت پرستی کا زور ٹوٹا۔ عمل بالکتاب والسنہ کا جذبہ پروان چڑھا، ایک بہت بڑی خلقت حق آشنا ہوئی۔ مگر تقلیدی حلقوں سے ان کی زبردست مخالفت بھی ہوئی۔ ان کے خلاف کفر کے فتوے شائع کئے گئے، عوام کو ورغلا کر تشدد برپا کیا گیا۔ مقدمات قائم ہوئے، مسجدوں سے نکالا گیا اور کتاب وسنت کی تعلیم سے دور کرنے کے لئے احادیث کی کتابوں پر مسلکی تعصب اور اس کی اندھی تائید پر مبنی حاشیے لکھے گئے، تقلید کی حمایت اور وکالت میں کتابیں منظر عام پر آئیں، اہل حدیث علماء پر غلط عقائد اور شاذ قسم کے مسائل کی تہمتیں لگائی گئیں۔ مگر الحمدللہ ان کا ہر حربہ ناکام ہوا۔ اہل حدیث علماء نے احادیث کی ایسی شرحیں لکھیں جن کے سامنے مخالفین کی کتابیں (أَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ) کا مصداق بن گئیں۔ اہل حدیث کے نامور شارحین حدیث میں علامہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی، علامہ عبدالرحمان مبارکپوری، علامہ شمس الحق ڈیانوی، علامہ عبیداللہ مبارکپوری، علامہ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی وغیرہ کی کتابوں کو زبردست قبولیت عام نصیب ہوا، پورے عالم اسلام نے ان کی پذیرائی کی اور دنیا کے بڑے بڑے اہل علم نے امت پر ان کا احسان تسلیم کیا۔ اردو زبان میں قرآن کریم کے متعدد ترجمے اور تفسیریں منظر عام پر آئیں جنھوں نے سلف کی فہم کے مطابق قرآن فہمی کی راہ ہموار کی، مخالفین کی ایک ایک کتاب کے پانچ پانچ دس دس جوابات فوری طور پر منظر عام پر آتے رہے جن کی وجہ سے ان کی سازشیں اللہ کے فضل سے ہمیشہ ناکام ہوتی رہیں، دین کی حقیقی تفہیم کے لئے بھی متعدد موضوعات پر بیشمار کتابیں شائع کی گئیں، عقائد فاسدہ اور فرق باطلہ کے نظریات وخرافات کی تردید کے لئے بھی بڑا مواد فراہم کیا گیا۔ صحافتی محاذ بھی پوری شان وشوکت اور بلند علمی آہنگ کے ساتھ کھولا گیا۔ اس بیچ اللہ کی توفیق سے مدارس ومساجد کے قیام پر بھی کافی توجہ کی گئی۔ ہزاروں طلباء کی مفت تعلیم اور طعام وقیام کا نظم بنایا گیا، انہیں کتابیں بھی مفت فراہم کی گئیں۔ ملی اداروں میں بھی جماعت کا تعاون کم نہیں تھا خود علی گڑھ مسلم کالج کی تعمیر وترقی میں انھوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس کے لئے مالی تعاون جمع کرنے میں بھی وہ کسی سے پیچھے نہیں رہے، سیاسی اعتبار

سے بھی مسلکی جماعتوں میں بہت سے اہل حدیث علماء واعیان نمایاں ہوئے، مولانا عبدالقادر قصوری تو کانگریس وغیرہ میں اپنا کافی سرمایہ خرچ کرتے تھے ان کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا داود غزنوی اور دیگر بہت سے چھوٹے بڑے افراد ملکی سیاست میں سرگرم حصے دار تھے۔ انگریز کے خلاف عملی جہاد اور اس کے لئے سرمائے کی فراہمی میں کوئی بھی دوسری جماعت ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتی ہے۔ انفرادی سطح پر اصلاح امت کا کام کرنے والے بیشمار لوگ کھڑے ہوئے، الحمدللہ ہر سطح پر بڑا کام ہوا اور یہ سلسلہ برابر چل رہا ہے برصغیر میں اللہ تعالیٰ نے جماعت اہل حدیث کو زبردست صلاحیتوں کے حامل مایۂ ناز مدرسین بھی عطا کئے جنھوں نے نہ جانے کتنے خفیہ جوہروں کونکھار کر کندن بنادیا تھا۔ ان میں سرفہرست خود میاں صاحب کی ذات گرامی تھی جن سے عرب وعجم کے لاتعداد طلباء نے فیض پایا، ان کے تلامذہ میں حافظ عبداللہ غازیپوری، مولانا عبداللہ غزنوی نے زبردست تدریسی خدمات انجام دیں اور بہت سے شاگرد پیدا کئے، ان دونوں کے متعلق میاں صاحب نے فرمایا تھا کہ میرے پاس دو عبداللہ آئے میں نے ایک سے تدریس اور دوسرے سے نماز سیکھی۔ ان کے علاوہ حافظ عبدالمنان وزیرآبادی، مولانا احمد اللہ محدث پرتاپگڈھی، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی، مولانا حافظ محمد بارک اللہ لکھوی اور دیگر بہت سارے تھے جنھوں نے اپنی زندگیاں درس حدیث اور کتاب وسنت کی تعلیم وتدریس کے لئے وقف کررکھی تھیں۔

مناظروں کے مردمیدان بھی بیشمار تھے، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا محی الدین عبدالرحمان لکھوی، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا بشیر احمد سہسوانی، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا عبداللہ معمار، مولانا امیر حسن سہسوانی جنھوں نے میاں صاحب کی کتاب معیار الحق کے جواب میں مولانا ارشاد حسین رام پوری کی کتاب انتصار الحق کا جواب اس کی اشاعت کے دوسرے ہی دن براہین اثنا عشر کے نام سے لکھ کر شائع کرادیا تھا، انھوں نے مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے ساتھ بھی مسئلہ وجوب زیارت پر مباحثہ کیا تھا اور دونوں طرف سے کئی رسالے شائع ہوئے تھے۔ مولانا نے اس زمانے میں مختلف عیسائی پادریوں سے بھی مناظرے کئے جن کا اس وقت انگریزی حکومت کی شہ پر بڑا زور ہورہا تھا اور وہ لوگ عیسائیت کی تبلیغ میں زبردست سرگرمی دکھارہے تھے۔ انہیں میں انگلستان کے رہنے والے دو انگریز پادری ہاسکن اور اسکاٹ بھی تھے جنھیں اپنے دور کا بہت بڑا مناظر اور محقق سمجھا جاتا تھا، سید امیر حسن سہسوانی سے کئی مرتبہ ان کے مناظرے اور مباحثے ہوئے اور ہر مرتبہ سید صاحب کے مقابلے میں ان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر یہ دونوں پادری ان سے بہت متاثر اور ان کی صلاحیتوں کے بڑے معترف بھی تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ ان سے ملاقات کے لئے سہسوان آتے تھے اور ان کی مجالس وعظ میں شریک ہوتے تھے۔

پادری اسکاٹ ولایت میں تھا کہ اسے سید صاحب ممدوح کی وفات کی خبر پہنچی۔ اس نے نہایت افسوس کا اظہار کیا اور انگلستان کے ایک اخبار میں ان کے بارے میں مضمون لکھا، جس میں ان کے اسلوب بحث اور منہج استدلال کی تعریف کی اور ہندوستان کے علماء میں ان کو بے مثل اور منفرد حیثیت کے عالم قرار دیا۔ ان کے علاوہ اور بہت سے مایۂ ناز مناظر اس جماعت میں نمایاں ہوئے جنھوں نے مختلف مذاہب اور فرق کے اہل علم سے مناظرے ومباحثے کئے اور حق کو نکھار کر عوام وخواص کے سامنے پیش کیا۔

باطل افکار ونظریات کا پردہ چاک کرکے لاکھوں انسانوں کو شیطانی چالوں اور ابلیسی خیالات سے محفوظ کیا اور امت کو بڑی تباہی سے بچالیا۔ نیچریت، چکڑالویت، رافضیت، بہائیت، قادیانیت، شدھی تحریکات اور مختلف قسم کی باطل تنظیموں کے شرکو واضح کرکے صراط مستقیم کی شناخت اجاگر کی گئی اور ایک خلقت کو ایمان کی سلامتی نصیب ہوئی۔ اللہ کے فضل سے بیشمار علماء وخطباء اور مصلحین اس جماعت میں ہر زمانے میں پائے گئے جو اپنے علم کے ساتھ عمل کے میدان میں بھی ممتاز تھے اور ان کی زندگی زہد واتقا کا اعلیٰ نمونہ تھی جس کی تفصیل میں جانے کی یہاں گنجائش نہیں ہے تاہم یہاں ایک بڑے عالم کا ایک استفتا اور دوسرے بڑے عالم کا جواب نقل کیا جاتا ہے جس سے ان کی سوچ کا اندازہ ہوتا ہے اور ان کی زندگی کا ایک عملی خاکہ نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔

"سوال : حدیث من قال لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کے کیا معنی ہیں؟ کلمہ گو بے نماز، بے زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

محی الدین بن محمد علی لکھوی

جواب : جس نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کہا وہ بے شک جنت میں داخل ہوگا۔ مگر مراد اس سے یہ ہے کہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه اس کا آخری کلام ہو مثلاً مرنے کے وقت اس کی زبان پر لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه جاری ہو۔ اس کے بعد اس نے کوئی کلام نہ کیا اور لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه پر خاتمہ ہوگیا۔ وہ ضرور کسی نہ کسی وقت جنت میں جائے گا۔ کیونکہ اس وقت لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه پڑھنا یا تو نئے سرے سے ایمان لانا ہے یا پہلے ایمان کو تازہ کرنا ہے۔ پس دونوں صورتوں میں دنیا سے بہتر حالت پر رخصت ہوا۔

جو لوگ بے نماز اور بے زکوٰۃ ہیں اور ان کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی ترغیب دی جاتی ہے لیکن وہ اس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پروا نہیں کرتے ان سے قطع تعلق ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بنی اسرائیل نافرمانیوں میں مبتلا ہوئے تو ان کے علماء نے ان کو روکا۔ لیکن وہ باز نہ آئے تو علماء نے ان سے قطع تعلق نہ کیا بلکہ بدستور ان کے ساتھ بیٹھتے اٹھتے کھاتے پیتے رہے۔ پس خدا نے سب کے دلوں کو یکساں بنا کر داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ان پر لعنت کردی۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، پہلے رسول اللہ ﷺ تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ پھر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا خدا کی قسم یا تو تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کروگے اور ظالم کا ہاتھ پکڑوگے اور اس کو حق پر روکوگے اور ظلم سے بند کروگے ورنہ خدا تمہارے دل بھی یکساں بنا کر انہی کی طرح تمہیں لعنتی کرے گا۔" (عبداللہ امرتسری روپڑ ضلع انبالہ

18۔شعبان 1359ھ مطابق 21۔ستمبر 1940ء)

آپ دیکھ رہے ہیں کہ عمل کی ان کی زندگیوں میں کتنی اہمیت تھی، وہ حکیم ضرور تھے مگر مداہنت پسند ہرگز نہیں تھے، میں نے مولانا عابد صاحب رحمانی رحمہ اللہ کو بار بار فرماتے ہوئے سنا کہ مولانا عبداللہ صاحب روپڑی رحمۃ اللہ علیہ بنارس رحمانیہ میں ممتحن بن کر تشریف لایا کرتے تھے۔ وہ علم وعمل اور اعلائے حق میں بیمثال تھے، بڑے بڑے اہل ثروت اور ذی وجاہت لوگوں کو منکرات پر برملا ٹوک دیا کرتے تھے اور اگر کوئی ان سے تائب نہیں ہوتا تھا تو لوگوں کے سامنے ہی زجر وتوبیخ کیا کرتے تھے، اور وہ شخص ان کے سامنے مجرموں کی طرح گردن جھکائے کھڑا رہتا تھا۔

حاصل یہ کہ الحمدللہ تحریک خوب ہوئی ہر طرف سے زور باندھا گیا، کشمیر سے کنیا کماری تک ایک لہر اٹھ گئی، ہندوستان کا چپہ چپہ اس سے متاثر ہوا جب کام کافی بڑھ گیا تو بزرگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ پورے ملک کی جماعت کو باہم مربوط رکھنے کے لئے ایک تنظیم بنائی جائے، پھر اس وقت یہ بحث بھی اٹھی تھی کہ تنظیم کا نظام صدارتی رہے یا امارت قائم کی جائے اور یہ بحث جماعت غرباء اہل حدیث والی امارت وامامت سے الگ تھی پھر امارت کے قائلین نے اپنی الگ تنظیم بنالی اور صدارت کے قائل حضرات نے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس بنائی جو بعد میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند بن گئی۔

یقینا اس تنظیم کو آگے بڑھانے میں بہت سے اہل علم نے بڑی جدوجہد کی، ملکی پیمانے پر دورے کئے، اس کا تعارف کرایا، اور لوگ اس سے جڑ گئے۔ آج اسے سو سال سے زائد کا عرصہ ہوگیا اور ایک لمبی مدت گزر جانے کے بعد معلوم یہ ہوا کہ ملکی پیمانے پر وہ بہت سے لوگوں کی توقعات پر کھری نہیں اتر سکی۔ مگر ہزار کوتاہیوں اور ملاحظات کے باوجود اس ضمن میں صرف قیادت کو موردالزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا ہے، بلکہ جماعتی سطح پر جس طرح اس سے ارتباط ہونا چاہیے تھا اور مختلف صلاحیتوں کے حامل افراد کو اپنی خدمات اس کے لئے پیش کرنا چاہیے تھا وہ نہیں ہوسکا، آج جس انداز میں لوگ اس پلیٹ فارم اور اس سے متعلق ذمہ داروں کو نشانا بناتے ہیں اور ساری ذمہ داری انہیں کے سر ڈال کر سبکدوش ہوجاتے ہیں اس سے متوقع نتائج کبھی بھی نہیں حاصل ہوسکیں گے، دل کی بھڑاس ضرور نکل جائے گی مگر صورت حال جوں کی توں رہے گی۔ اگر لوگ واقعی سنجیدہ ہیں کہ کچھ کام ہونا چاہیے تو پھر ہر ایک کو اپنے اپنے کردار کا درست تعین کرکے آگے آنا ہوگا۔ مگر ہم دیکھ یہ رہے ہیں کہ جو صلاحیتیں اعلی ذمہ داریاں اٹھانے کی اہل تھیں وہ بہت چھوٹے چھوٹے بلکہ اپنے معیار سے پست کاموں پر قناعت کئے بیٹھی ہیں۔ ان سب کو اپنا اپنا جائزہ لے کر کسی صحیح نتیجے پر پہنچنا چاہیے۔

ہم نے بسااوقات احباب کی توجہ اس جانب مبذول کرانے کی سعی کرڈالی کہ انہیں فلاں کام کی بجائے فلاں کام کرنا چاہیے، وہ ان کے لئے زیادہ موزوں ہے تو بعض لوگوں نے اسے منفی رخ دینے کی کوشش کی حالانکہ ہم نے جو باتیں کہیں ان کے پیچھے محض جذبۂ خیر خواہی تھا۔ جن احباب کو مشورے دئے یا ان کی کسی غیر موزوں سرگرمی کی طرف اشارہ کیا تو سب سے پہلے تو ان باتوں میں ان احباب کی صلاحیتوں کا اعتراف تھا جن کے درست استعمال کی خواہش ظاہر کی گئی، اس امید پر کہ امت کو اس سے زیادہ نفع پہنچے گا۔ اس موقع پر میں اس حقیقت کی کھل کر وضاحت کردینا چاہتا ہوں کہ جماعت اہل حدیث کا اساسی کام اور ترجیحی مشن دعوت وتبلیغ اور اصلاح وتربیت ہے، رفاہی کام یا تفریحی سرگرمیاں اس کے اصل مشن کا حصہ نہیں ہیں تاہم ثانوی طور پر وہ حسب امکان رفاہی کاموں میں بھی حصہ لیتی رہی ہے۔ مگر اس کا اصل کام دعوت واصلاح اور تربیت ہی کا کام ہے جس کو مطلوبہ نہج پر اس جماعت کے علاوہ اور کوئی نہیں کرسکتا ہے۔ اصلاح عقائد، حقیقت توحید کی وضاحت، وحی الٰہی کی اہمیت کو اجاگر کرنے اور کتاب وسنت کے مطابق لوگوں کی تربیت کا کام انبیائی مشن ہے۔

اور اس مشن کو جماعت اہل حدیث اپنی بساط بھر آگے بڑھائے جارہی ہے۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ مسجد کے منبر ومحراب جمعہ کے خطبے اور مساجد کے دروس خالص اسلام کی تفہیم اور ترویج واشاعت میں بہت بڑا کارنامہ انجام دیتے ہیں اس لئے ان کی تحقیر بڑی نادانی کا کام ہوگا۔ ایک آدمی اگر ہوائی جہاز

یا ریل گاڑی کی بجائے بیل گاڑی سے بھی سفر کرے گا تو اسے دنیوی مشقت ضرور ہوگی مگر صرف اس کی وجہ سے اس کی آخرت خسارے میں نہیں ہوگی لیکن اگر کسی کا عقیدہ بگڑا ہوگا وہ شرک وبدعات میں مبتلا ہوگا، الحاد اور بددینی کا شکار ہوگا تو اس کی آخرت بہر حال خسارے سے دوچار ہوگی۔

اس بات کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ شیطان کو اپنے مشن میں سب سے زیادہ ناکامیوں کا سامنا بھی اسی محاذ سے ہوتا ہے اس لئے وہ اسی راہ میں سب سے زیادہ روڑے بھی اٹکاتا ہے اور جب ہر طرح اسے منہ کی کھانی پڑتی ہے تو بہت سی مفضول نیکیوں کی فہرست سجائے نوخیز دماغوں کے پاس آتا ہے اور ان کی جذباتی کلوں کو چھیڑتا ہے اور امت کی مظلومیت اور کمزوریوں اور پسماندگیوں کے حوالے سے مختلف قسم کی سرگرمیاں ان کے سامنے لاتا ہے اور انہیں ورغلاتا اکساتا رہتا ہے، اس لئے اگر کوئی شاطر دماغ اہل حدیث بچوں کے کانوں میں یہ پھونکنے اور ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالنے کی کوشش کرے کہ جماعت اہل حدیث کیا کام کر رہی ہے؟ اس نے کتنے اسپتال بنائے؟ کتنے لوگوں کو برسر روزگار کیا اور کتنے ..تو انہیں چوکنا اور ہوشیار ہوجانا چاہیے اور واجبات وفرائض اور ترجیحات کا تفقہ حاصل کرنے کے لئے بابصیرت علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اور اس روشن حقیقت کو اپنے ذہن میں رکھنا چاہیے کہ لفظوں کے طوفان حقائق کی چٹانوں کو اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتے ہیں۔

میں اپنی بات ختم کرنے سے پہلے دعوت اہل حدیث کے اثرات پر ایک اقتباس پیش کردینا چاہتا ہوں جس سے اس کی اہمیت ان شاء اللہ اچھی طرح اجاگر ہوجائے گی۔

قاضی محمد اسلم سیف صاحب لکھتے ہیں :

ضلع ہزارہ چونکہ جماعت مجاہدین کی گزرگاہ ہے جماعت مجاہدین کے مبلغین علماء کرام وہاں آتے جاتے رہتے ہیں مجاہدین کے اس قرب وجوار کی وجہ سے پورے ہزارہ ڈویژن میں اہلحدیث کی اکثریت ہے کیونکہ مجاہدین خود اہل حدیث تھے اور ان کی صحبت سے ہزارہ ڈویژن کی اکثریت اہل حدیث ہوگئی۔ غیر اہل حدیث علماء اور عوام بھی توحید پرست ہیں، اور شرک کی آلائشوں سے بچے ہوئے ہیں توحید وسنت کے چرچے عام ہیں۔ وہاں کے عوام پر دینی چھاپ نمایاں ہے۔ وہ لوگ دینی ذہن اور دینی ذوق رکھتے ہیں۔ نمازی ہیں۔ ان کی مسجدیں آباد ہیں۔...... چمرقند اور اسمس کے مراکز کی وجہ سے اکثر صوبہ سرحد کے علاقے بالخصوص پیر پرستی کی رسوم سے آج بھی محفوظ ہیں۔ وہاں پیری مریدی کا کوئی سلسلہ نہیں۔ کوئی انسان کسی انسان کے سامنے جھکنے کے لئے تیار نہیں۔ وہاں کے سیاسی خانوادے اور سیاسی گھرانے بھی پیر پرستی اور شخصیت پرستی کی آلائشوں سے پاک ہیں وہ بھی توحید پر عمل پیرا ہیں اور توحید ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اب اگرچہ بعض دیوبندی مدارس نے ان میں دیوبندیت کی عصبیت پیدا کردی ہے لیکن پھر بھی خاصی بڑی تعداد میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے اگر معقولیت سے بات کی جائے تو وہ صحیح بات ماننے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔ یہ سب اثرات مجاہدین اور تحریک مجاہدین کے ہیں۔ وہاں بریلویت کو ہرگز نہ قبول کیا جاتا اور نہ برداشت کیا جاتا ہے۔ ہزارہ کے چند طلباء سادگی اور بے خبری سے بریلوی مدارس میں پڑھ کر فارغ ہوگئے۔ لیکن ہزارہ کے عوام نے انہیں قبول نہیں کیا۔ وہ پنجاب میں اقامت گزین ہونے پر مجبور ہوگئے۔ ان کی متعدد مثالیں ہمارے پاس موجود ہیں۔

(تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں: صفحہ ۲۸۳-۲۸۴)

❖ ❖ ❖

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
February 2018

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد للہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کررہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- ہر ماہ الجماعہ کی اشاعت۔
- مفت کتابوں کی تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

Published by :

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com